اللہ کا گھر
اور
یہ درگاہیں

ایکس کیپٹن ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ایم بی بی ایس (لکھنؤ)

فاضل علوم دینیہ (وفاق المدارس ملتان)

رابطہ کیلیے پتہ :

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجد توحید، توحید روڈ، کیماڑی، کراچی

فون : 2850510-2854484

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

امّا بعد: لوگو! کیا یہ جھکی ہوئی گردنیں یوں ہی جھکی رہیں گی؟ اور یہ ماتھے یوں ہی ٹھکرائے جائیں گے؟ ان منھوؤں پر اسی طرح تھوکا جائے گا؟ یہ بستیاں یوں ہی اجڑیں گی؟ نونہال اسی طرح چھیدے جاتے رہیں گے؟ یہ آبرو یوں ہی پامال اور خراب وخستہ رہے گی؟ سر چھپانے کو ایک آسرا نہ ملے گا؟ اور کیا تم دنیا وآخرت دونوں کا سکون کھودو گے؟ ہوشمندو! تم جس مالک پر ایمان لائے ہو، اس کا فرمانا تو یہ ہے کہ

وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (آل عمران:۱۳۹)

''تم ہی غالب رہو گے (سرفرازی اور کامرانی تمہارا حق ہے) بشرطیکہ تم مومن بن جاؤ۔''

اگر اس فرمان الٰہی کو حق مانتے ہو تو یہ بھی مانو کہ اب تم اس ایمان کے حامل نہیں رہے، جس ایمان سے دنیا اور آخرت کی سربلندی اور تاجداری کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ثبوت درکار ہو تو ایک طرف مسجدوں میں جھانک کر دیکھو اور دوسری طرف قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کے ہجوم کا مشاہدہ کرو۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجائے گی کہ عقیدت مندی کے ساتھ ساتھ دکان داری نے ایمان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ ''بزرگوں اور اولیاء اللہ'' کی قبروں کی قیمت وصول کی جارہی ہے اور من وسلویٰ سمجھ کر کھائی جارہی ہے۔ وہاں مجاورت اور قلندری ہے، سجدے اور طواف ہیں، رونا اور دھونا ہے، شیرینی اور چادریں ہیں، چرس اور بھنگ ہے، عریانی اور فحاشی ہے، گانا اور بجانا ہے، عُرس اور میلے ہیں، منّتیں اور مرادیں ہیں، تبرک اور چڑھاوے ہیں...... غرض ہر وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی محمد ﷺ نے منع فرمایا تھا اور جس میں مبتلا ہونے والوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈرایا تھا:

عَنْ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَائِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِکَ

(مسلم: کتاب المساجد)

جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''لوگو! کان کھول کر سن لو کہ تم سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں، انہوں نے اپنے انبیاء اور اپنے اولیاء کی قبروں کو عبادت گاہ اور سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس فعل سے تم کو منع کرتا ہوں۔''

قرآن کریم میں اس فعل شنیع سے روکنے کے لیے کس قدر بلیغ اور علمی بیان آیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النحل:۲۰،۲۱)

”اور اللہ کے علاوہ وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی کے لیے) پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو یہ تک معلوم نہیں ہے کہ انہیں کب (دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا جائے گا۔“

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہاں خاص طور پر جن بناوٹی معبودوں کی تردید کی جارہی ہے وہ نہ تو بت ہوسکتے ہیں اور نہ شیطان اور فرشتے، بلکہ صاف صاف مراد قبر والوں سے ہے کیوں کہ شیطان اور فرشتے تو زندہ ہیں۔ ان پر اَمۡوَاتٌ غَيۡرُ اَحۡيَآءٍ (مردے ہیں نہ کہ زندہ) کا اطلاق ممکن نہیں۔ رہے لکڑی اور پتھر کے بت تو ان کے لیے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لامحالہ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ اَيَّانَ يُبۡعَثُوۡنَ (ان کو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ انہیں کب دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا) سے مراد انبیاء، شہداء، صالحین اور دوسرے غیر معمولی انسان ہی ہوسکتے ہیں جن کو ان کے معتقدین دستگیر، داتا، گنج بخش، مشکل کشا، فریادرس، غریب نواز اور نہ معلوم کیا کیا قرار دے کر حاجت روائی کے لیے پکارنا شروع کردیتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ملک عرب میں اس طرح کے معبود نہیں پائے جاتے تھے، تو یہ اس کی تاریخ سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے کیونکہ ہر تاریخ دان جانتا ہے کہ عرب میں متعدد قبائل مثلاً ربیعہ، غسّان، کلب، تغلِب، قضاعہ، کنانہ، حرث، کعب، کِندہ وغیرہ میں کثرت سے عیسائی اور یہودی پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں مذاہب انبیاء، اولیاء اور شہداء کی پرستش سے بری طرح آلودہ تھے اور اسی طرح مشرکین کے بہت سے معبود گذرے ہوئے انسان ہی تو تھے، جنہیں بعد کی نسلوں نے الٰہ بنالیا تھا۔ بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ قوم نوح علیہ السلام کے ودّ، سُواع، یغوث، یعوق اور نسر، یہ سب اولیا اللہ تھے جنہیں بعد کے لوگ الٰہ بنا کر پوجنے لگے۔ بعض ان کی قبروں سے وابستہ ہوگئے اور بعض نے ان کے مجسمے اور بت بنا کر پوجنا شروع کردیا۔ عرب میں بھی ان کی خوب پوجا ہورہی تھی۔ اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ اساف اور نائلہ دونوں انسان ہی تھے۔ (ماخوذ)

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ فِيۡ قَوۡلِهٖ تَعَالٰى: وَقَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوۡثَ وَيَعُوۡقَ وَنَسۡرًا ۚ (سورة نوح:٢٣)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے قول ”اور (قوم نوح علیہ السلام کے سرداروں نے) کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور دیکھو ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر سے ہرگز الگ نہ ہونا“ کے بارے میں روایت کیا:

قَالَ ابۡنُ عَبَّاسٍ اِنَّ هٰؤُلَآءِ كَانُوۡا قَوۡمًا صَالِحِيۡنَ فِيۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ فَلَمَّا مَاتُوۡا عَكِفُوۡا عَلٰى قُبُوۡرِهِمۡ ثُمَّ صَوَّرُوۡا تَمَاثِيۡلَهُمۡ فَعَبَدُوۡهُمۡ ثُمَّ صَارَتۡ هٰذِهِ الۡاَوۡثَانُ فِيۡ قَبَائِلِ الۡعَرَبِ

(مستفاض من كتب التفاسير والبخاری)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ سب (ود، سواع وغیرہ) قوم نوح (علیہ السلام) کے اولیاء اللہ تھے۔ جب وہ مر گئے تو لوگ ان کی قبروں سے وابستہ ہوگئے اور پھر ان کی عبادت کرنے لگے۔ پھر یہی بت عرب کے قبائل میں پھیل گئے۔

یہی بات قرآن کریم میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمائی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الاعراف:۱۹۴)

''تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پکارتے ہو وہ تو محض اللہ کے بندے ہیں جیسے تم بندے ہو۔ ان سے دعائیں مانگ دیکھو، یہ تمہاری دعاؤں کا جواب دیں اگر انکے بارے میں تمہارے خیالات صحیح ہیں۔''

معلوم ہوا کہ نعرۂ رسالت ''یا رسول اللہ''، نعرۂ حیدری ''یا علی'' اور نعرہ غوثیہ سارے کے سارے نعرے مسلمان اور مومن کے بہر حال نہیں ہیں۔ مومن کا تو ایک ہی نعرہ ''اللہ اکبر'' ہے۔ یہی نعرہ نبی ﷺ اور سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لگایا ہے۔

آج اس امت پر نگاہ ڈالیے تو یہی نقشہ نظر کے سامنے ہوگا: کہیں کوئی قبر مسجودِ خلائق ہے؛ کہیں کوئی آستانہ ہے، جس کی چوکھٹ پر جبیں سائی کی جارہی ہے؛ کسی کو دستگیر، کسی کو غوث، کسی کو مشکل کشا پکارا جارہا ہے اور وہ گھر جہاں پیشانیوں کو جھکنا چاہیے تھا، خالی پڑے ہیں۔ اور اس ذات کے ساتھ، جو صحیح معنوں میں دستگیر، مشکل کشا اور حاجت روا ہے، یوں شریک ٹھہرائے جارہے ہیں! اب اگر مالک کائنات کا غصہ اس امت پر نہ بھڑکے اور وہ اس کے عذاب کے کوڑے کی مستحق نہ ٹھہرے تو اور کیا ہو؟ پروردگار عالم کو سب سے زیادہ نفرت اس بات سے ہے کہ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جائے، یا اس کو چھوڑ کر کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا مان لیا جائے۔ اس بات کو کہیں وہ ظلم عظیم کا نام دیتا ہے جیسے سورہ لقمان میں ہے کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (آیت ۱۳) ''حق یہ ہے کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے'' اور کہیں مالک شرک کو گالی سے تعبیر کرتا ہے جیسے کہ بخاری کی روایت میں ہے: اِبْنُ آدَمَ شَتَمَنِي ''ابن آدم مجھے گالی دیتا ہے''۔ حد یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نجاست میں لت پت ہو کر بغیر توبہ کے مرجائے اس کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہ کرے گا اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا چاہے اس نے نمازوں پر نمازیں پڑھی ہوں، روزوں پر روزے رکھے ہوں اور حجوں پر حج کیے ہوں۔ قرآن کی بے شمار آیتیں اس پر گواہ ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النسآء:۱۱۶)

''اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جس کو وہ معاف کرنا چاہے۔''

شرک سے اللہ تعالیٰ اس قدر بیزار ہے کہ سورۂ انعام میں اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کے فضائل کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اگر ان میں سے کہیں کوئی شرک کر بیٹھتا تو اس کے سارے اعمال غارت ہوجاتے:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ (الانعام:۸۸)

''لیکن اگر کہیں ان لوگوں (انبیاء) نے شرک کیا ہوتا تو ان سب کا کیا کرایا غارت ہوجاتا۔''

خود نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو اور تم سے پہلے گزرے ہوئے سارے انبیاء کو وحی بھیج کر بتلایا گیا ہے کہ

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝ (الزمر:۶۵)

''اگر (بفرض محال) تم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایہ عمل ضائع ہوجائے گا اور تم دیوالیہ ہوجاؤ گے۔''

پچھلی امتوں کو شرک کی لعنت میں مبتلا کرنے میں قبروں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے شروع میں لوگوں کو قبروں پر جانے سے منع کردیا تھا۔ پھر جب اجازت دی تو اس کے ساتھ یہ پابندی لگادی کہ کچھ مانگنے کے لیے نہیں بلکہ عبرت حاصل کرنے کے لیے جاؤ، آخرت کو یاد کرنے اور

دنیا سے بے رغبتی پیدا کرنے کے لیے جاؤ:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُولَ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَ کِّرُ الْاٰ خِرَۃَ (ابن ماجة: وفی المسلم تُذَکِّرُالْمَوْتَ، مشکوٰة صفحة ۱۵۴)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگو! میں نے تم کو قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا لیکن اب اجازت دیتا ہوں کیونکہ قبروں کو دیکھ کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے (اور مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ قبریں موت یاد دلاتی ہیں)۔

اور اس کام کے لیے اولیاءاللہ کی قبریں مخصوص نہیں بلکہ مشرک تک کی قبر کی زیارت کی اجازت ہے اور اسی لیے امام نسائی اور ابن ماجہ نے **زیارۃ قبر المشرک** کا باب باندھا ہے اور اس کے بعد وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت چاہنے کا واقعہ لائے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ماں کے لیے مغفرت کی دعا مانگنے کی اجازت نہیں دی مگر قبر کی زیارت کی اجازت دے دی۔ اور قبر پر پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ موت کی یاد دلاتی ہے (نسائی :کتاب الجنائز)۔

صاف ظاہر ہے کہ عبرت کے لیے گورِ غریباں ہی موزوں ہوسکتی ہے نہ کہ سنگ مرمر کی تراشی ہوئی عمارتیں، جہاں پھولوں کی بارش ہورہی ہو، اور جہاں کی ہوائیں خوشبوؤں سے بوجھل ہوں۔ زبان نبوت نے قبروں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

قبروں کو پختہ نہ بنایا جائے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَھیٰ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَن یُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ وَاَنْ یُقْعَدَ عَلَیْہِ (رواہ مسلم/ مشکوٰۃ، صفحہ ۱۴۸)

''جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنائی جائے یا قبر پر بیٹھا جائے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو بلند کرنے سے بھی منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ قبریں زمین کے برابر ہونی چاہئیں۔

قبریں زمین کے برابر ہوں

عَنْ ثُمَامَۃَ بْنُ شَفِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ فُضَالَۃَ بْنُ عُبَیْدٍ بِاَرْضِ رُوْمٍ بِرُوْدِس فَتُوَفِّیَ صَاحِبُ لَنَا فَاَمَرَ فُضَالَۃُ بِقَبْرِہٖ فَسُوِّیَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَاْمُرُ بِتَسْوِ یَتِھَا (مسلم :کتاب الجنائز،جلد ۱، صفحہ ۳۵، طبع مصر)

''ثمامہ بن شفی روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ارض روم کے جزیرہ رودس (RHODES) میں تھے کہ ہمارا ایک ساتھی فوت ہوگیا۔ فضالہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم ان کی قبر کو برابر کردیں، پھر فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی حکم دیتے ہوئے سنا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اونچی قبریں اور ان پر بنی ہوئی عمارتیں اس قدر ناپسند تھیں کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے خاص طور پر بھیجا کہ وہ ان کی بلندی کو مٹا دیں۔

اُونچی قبر برابر کردی جائے

عَنْ اَبِی الْھَیَّاجِ الْاَسَدِی قَالَ ،قَالَ لِیْ عَلِیٌّ اَلاَ اَبْعَثُکَ عَلٰی مَابَعَثَنِیْ عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ لَّا تَدَعْ تِمْثَالاً

اِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْراً مُشْرِ فًااِلَّا سَوَّيْتَهُ (مسلم: کتاب الجنائز، مشکوٰۃ، صفحہ ۱۴۸)

''ابوالہیاج اسدی روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابوالہیاج! کیا میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ اور وہ کام یہ ہے کہ جاؤ اور جو تصویر تم کو نظر آئے اس کو مٹا دو اور جو قبر اونچی ملے اسے برابر کردو۔''

امام شافعی اپنی کتاب الام میں لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے علماء قبروں پر بنی ہوئی عمارت کو گرادینے کا حکم دیتے تھے (شرح مسلم للنووی: جلد ۷، صفحہ ۳۷، طبع مصر)۔

گنبد خضرا کی تاریخ

یہ حدیث سننے کے بعد بعض ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر اس حدیث کا یہی منشاء ہے تو خود قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قبہ گنبد خضراء کیسے وجود میں آیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقریباً سات سو سال تک قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی عمارت نہیں تھی، پھر ۶۷۸ھ میں منصور بن قلاوون صالحی (بادشاہ مصر) نے کمال احمد بن برہان عبدالقوی کے مشورہ سے لکڑی کا ایک جنگلہ بنوایا اور اسے حجرہ کی چھت پر لگا دیا۔ اور اس کا نام ''قبہ رزاق'' پڑ گیا۔ اس وقت کے علماء ہر چند کہ اس صاحب اقتدار کو نہ روک سکے، مگر انہوں نے اس کام کو بہت برا سمجھا۔ اور جب یہ مشورہ دینے والا کمال احمد معزول کیا گیا تو لوگوں نے اس کی معزولی کو اللہ کی طرف سے اس کے اس فعل کی پاداش شمار کیا۔ پھر الملک الناصر حسن بن محمد قلاوون نے اور اس کے بعد ۷۶۵ھ میں الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد نے اس میں تعمیری اضافے کیے یہاں تک کہ موجودہ تعمیر عمل میں آئی۔ (وفاء الوفا للسمہودی: جلد، صفحہ ۴۳۵-۴۳۶)

مناسب ہے کہ اس سلسلہ میں فقہاء کا بھی مسلک نقل کر دیا جائے۔ مسلک احناف کے سب سے معتبر فقیہہ علامہ شامی لکھتے ہیں: وَاَمَّا الْبِنَّا ءُ عَلَيْهِ فَلَمْ اَرَا مَنْ اِخْتَارَجَوَ ازَ ہٗ

''میری نظر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس نے قبر پر عمارت بنانے کو جائز کہا ہو۔''

پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بیان کرتے ہیں:

وَعَنْ اَبِیْ حَنِيْفَةَ يَكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ بِنَاءٌ مِنْ بَيْتٍ اَوْقُبَّةٍ وَّنَحْوَ ذَالِکَ لِمَا رَوٰى جَابِرٌ نَهِيِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ تَجْصِيْصِ الْقُبُوْرِ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهَا

(شامی: جلد ۱، صفحہ ۸۳۹، مطبوعہ استنبول)

''امام ابوحنیفہ نے قبر پر کوئی عمارت مثلاً گھر، قبہ وغیرہ بنانے سے منع کیا ہے کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ممانعت آئی ہے کہ قبر کو پختہ بنایا جائے، اس پر کتبہ لگایا جائے یا اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔''

زیارت قبور کی اجازت کی غرض

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قبروں پر جانے کی اجازت دی، اس وقت یہ بھی بتا دیا کہ قبروں پر کچھ لینے کی غرض سے نہ جاؤ بلکہ کچھ دینے کے لیے جاؤ۔ اور دینا یہ ہے کہ قبر والوں کے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب سے سلامتی میں رکھے اور ان کے اور تمہارے اپنے گناہ معاف کر دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر والوں کے لیے یہ دعا تعلیم فرمائی:

اَلسَّلَا مُ عَلَيْكُمْ يَااَهْلَ الْقُبُوْ رِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ (ترمذی: کتاب الجنائز)

”اے قبروں کے باسیو! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف فرمائے اور تمہیں بھی۔ تم ہم سے پہلے جا چکے ہو اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔“

بالکل یہی معاملہ نبی ﷺ کے حکم کے بموجب ہم اپنے ہر مرنے والے کے ساتھ کرتے ہیں، چاہے وہ ایک عام گنہگار مسلمان ہو اور چاہے کوئی اللہ کا ولی؛ اس کا جنازہ ہمارے سامنے ہوتا ہے اور ہم صف باندھے دعا کر رہے ہوتے ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا ......الخ

(ابوداؤد، نسائی و ترمذی: کتاب الجنائز)

”اے اللہ معاف فرما دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو، ہمارے حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو، ہمارے چھوٹوں کو اور ہمارے بڑوں کو، ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو..........“

آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ زمین کے باہر تو ہم اپنے مرنے والوں کے لیے دعا کر رہے ہوں، مگر جب وہ زمین کے اندر اتر جائیں تو ہمارے حاجت روا مشکل کشا بن جائیں!

تاویلات اور معذرتیں

لوگوں کو جب سمجھایا جاتا ہے کہ جس کو تم ولی اللہ سمجھتے ہو، اس کی قبر کے پاس پہنچ کر اس قدر خوفزدہ اور بدحواس کیوں ہو جاتے ہو کہ کبھی قبر کے پاس جھکے جا رہے ہو، کبھی قبر کو ہاتھ لگا کر اس کی خاک بدن پر ملتے ہو، کبھی اس کا طواف کرتے ہو، کبھی ہاتھ باندھے اس کے پاس اپنی بپتائیں بیان کر رہے ہوتے ہو، کبھی صاحب قبر کی دہائی دیتے ہو، کبھی نذر و نیاز اور چڑھاوے پر اتر آتے ہو، کبھی منتیں مانتے ہو کہ اولاد ہو جائے تو یہ نذر کروں گا، بیماری چلی جائے تو یہ خدمت بجالاؤں گا؛ واپس ہونے لگتے ہو تو الٹے پیروں چلتے ہو کہ قبر کی طرف پیٹھ نہ ہونے پائے، قبر کے قریب یا دور جہاں سے بھی گذرو قبر کا رخ کر کے سلام کرتے ہو اور اس میں برکت جانتے ہو اور ایسا نہ کرنے پر سخت مشکل میں پڑ جانے کا دھڑکا تمہیں لگا رہتا ہے، اولاد ہو تو نہلا دھلا کر لاتے ہو اور فرش پر ڈال دیتے ہو، دولہا کو نکاح کے واسطے لیے جا رہے ہوتے ہو تو پہلے قبر پر حاضری دیتے ہو...... آخر یہ سب کیوں کرتے ہو؟ کیا یہ غیر اللہ کی پرستش اور پوجا نہیں ہے؟ اور کیا کسی ایک ولی اللہ نے بھی اس بات کا حکم دیا ہے؟ ولی اللہ تو نمازیں پڑھنے والے، روزے رکھنے والے، اللہ سے ڈرنے والے اور اللہ ہی کو پکارنے والے ہوتے ہیں؛ وہ یہ بات کیسے پسند کر سکتے تھے کہ تم یہ کام کرنے کے بجائے ان کو پکارو، ان سے مانگو؟ ان کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ شان بیان کی ہے:

اولیاء اللہ کون ہیں؟

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۞ (سورة يونس:٦٢،٦٣)

”سنو! جو اللہ کے اولیاء ہیں، ان کے لیے کسی خوف و رنج کا موقع نہیں۔ اولیاء وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور جو اللہ سے ڈرنے والے تھے۔“

اس آیت سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ اولیاء اللہ مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں؟

اولیاء اللہ کے دشمن کون ہیں؟

اولیاء اللہ کے دشمن وہ نہیں جو ان کی صحیح پیروی کرتے ہیں، ان کے نقش قدم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے چلتے ہیں، ان کو ان کا اصلی مقام

دیتے ہیں...... بلکہ ان کے دشمن وہ ہیں جو ان کی قبروں کو پختہ کرتے ہیں؛ ان پر قبے بنا کر عرس، میلے، بھجن اور قوالیاں شروع کردیتے ہیں؛ مشکل میں ان کو پکارتے ہیں اور ان کی نذرونیاز کر کے ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کھول کھول کر اولیاء اللہ کے ان دشمنوں کا پتہ بتلایا ہے:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○ (الاحقاف:۵،۶)

یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں۔ ہاں، قیامت کے دن جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے (اور ان اولیاء اللہ کو اپنے پجاریوں کی حرکات سے باخبر کیا جائے گا) تو یہ (اولیاء اللہ) ان (پجاریوں کے) دشمن بن جائیں گے اور ان کی پوجا پاٹ کا شدت کے ساتھ انکار کردیں گے۔''

معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کے اصلی دشمن وہ لوگ ہیں جو ان کو الوہیت میں شریک ٹھہرا کر ان کے گھروں (قبروں) کو اللہ کے گھر (خانہ کعبہ) کی طرح مقدس بنالیتے ہیں اور ان کے ساتھ بالکل وہی معاملہ کرتے ہیں جو صرف اللہ کے گھر کے ساتھ کیا جانا چاہیے: ہر سال حج کے دن کی طرح عرس کا دن مقرر کیا جاتا ہے؛ احرام کی جگہ ننگے سر یا ننگے پیر چلنے کی قید لگائی جاتی ہے؛ **لبیک اللھم لبیک**...... کے مقابلہ میں باہو، حق باہو، بیشک باہو کا نعرہ لگتا ہے؛ غلاف کعبہ کی طرح قبر کی چادر کا انتظام ہوتا ہے؛ حجر اسود کے بوسہ کی جگہ قبر کے سرہانے یا پائینتی کے پتھر کو چوما جاتا ہے؛ طواف کعبہ کے بدلے قبر کے پھیرے لگتے ہیں؛ سجدے اور رکوع ہوتے ہیں؛ دعائیں اور مناجاتیں کی جاتی ہیں؛ ملتزم کی طرح ڈیوڑھی اور دروازہ سے چمٹا جاتا ہے؛ بابا کی بیٹھک سے ان کی قبر تک دوڑ لگا کر سعی صفا و مروہ کا حق ادا کیا جاتا ہے؛ زمزم کی جگہ قبر کے دھوون کے ''مبارک'' پانی کو جمع کر کے تبرک بنایا جاتا ہے؛ ھدی کے بجائے حضرت کی نذر کا بکرا اور اونٹ ساتھ آتا ہے ....غرض آج ہر طرف اور ہر جگہ ان نقلی کعبوں کی دھوم مچی ہوئی ہے اور خلقت ہے کہ ٹوٹی پڑتی ہے!

کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اللہ کو ایک اور اکیلا مالک ماننے والی اس امت میں، جس کی بندگی کی ہر خواہش کی تکمیل کے لیے اس نے اپنا گھر مہیا فرمادیا تھا، آخر یہ سب کیوں اور کیسے ہوگیا؟ تو جواب صاف ہے کہ ایک مدت گذر جانے کے بعد فن دینداری کے ماہروں نے اپنا پیشہ چمکانے کے لیے ہندوؤں کی طرح دیوتاؤں اور دیویوں کی فوج تیار کر کے ان کے گرد ایک عظیم الشان دیومالا کا تانا بانا بن دیا؛ پھر اسلامی کاشی اور متھرا وجود میں آئے اور مسلمان گنیشوں اور مرلیوں نے جنم لیا: کھڑے پتھروں کی جگہ پڑے پتھروں نے قبروں کی شکل میں اپنے استھان بنائے اور درشن کا نام بدل کر ''زیارت'' رکھا گیا، پرنام کی جگہ سلام نے لے لی، ڈنڈوت نے سجدہ تعظیمی کا جامہ پہنا، پھیروں کے بجائے طواف ہونے لگے، پرشاد تبرک بن گیا، بھجن نے قوالی کا روپ دھارلیا............اور یہ موجودہ دین وجود میں آیا۔ پھر ہزاروں قیدی بنے۔، لاکھوں کی عصمتیں برباد ہوئیں، لاتعداد لاشے تڑپے۔، نونہالوں کا خون چوس چوس کر یہ دھرتی سیراب ہوئی، مگر اس نئے دین کی بہاروں کا ایک پھول نہ کھلا یا! آیے، آگے بڑھیے اور امت کو موجودہ روش کی بدانجامی سے باخبر کیجیے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آج کے بھٹکے ہوؤں کو ایمان خالص سے سرفراز فرما کر رنگ جہاں بدل ڈالے۔